BA Part II
Honrs paper - IV
BOOK - 4.

اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام

بابائے اردو مولوی عبدالحق کی پیدائش 1870ء کو بمقام ہاپڑ ضلع میرٹھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر علی گڑھ اسکول میں داخل ہوئے۔ 1895ء میں علی گڑھ کالج سے بی۔اے پاس کیا۔ حیدرآباد کے ایک اسکول کی مدرسی سے ملازمت کا سلسلہ شروع کیا۔ ترقی کرتے ہوئے انسپکٹر مدارس کے درجہ تک پہنچے۔ اس کے بعد انجمن ترقی اردو کے سکریٹری ہوئے۔ 1917ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبۂ ترجمہ میں بحیثیت ناظر کام کرنے کا موقع ملا۔ کچھ اختلافات کی بنا پر یہاں سے علیحدگی اختیار کرکے اورنگ آباد میں کالج کے پرنسپل ہوگئے۔ بعد میں یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کے صدر مقرر ہوئے۔ اس عہدہ سے سبکدوش ہونے کے بعد دہلی آگئے اور اردو کی اشاعت کا کام بڑے پیمانے پر شروع کیا۔ 1920ء میں مولوی عبدالحق پاکستان چلے گئے اور وہاں بھی انجمن ترقی اردو قائم کی۔ اردو کالج کی بنیاد ڈالی۔ 1961ء میں کراچی میں ان کا انتقال ہوا۔ مولوی عبدالحق کی مشہور تصانیف میں "اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ" "مخزن الشعراء" اسٹینڈرڈ اردو ڈکشنری اور "دہلی کالج" ہیں۔ آپ نے جہاں ایک طرف تنقید کو گراں مایہ سرمایہ سے مالا مال کیا، وہاں دوسری طرف اردو ادب کا کوئی بھی پہلو آپ سے اچھوتا نہیں رہا۔ ان کے نثر میں ایک خاص قسم کی پختگی ہے جس میں دہلی کی ٹکسالی زبان کا خاص طور سے رنگ جھلکتا ہے

سوال۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کیا کام رہا ہے؟ اسے واضح کریں۔ یا
اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیے۔

جواب: اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام نے اہم، وسیع اور وقیع رول ادا کیا ہے۔ سید سلیمان ندوی اور دوسرے ممتاز ماہرین لسانیات کا بیان ہے کہ فتح سندھ سے اردو کا ہیولیٰ پیدا ہوا اور عرب تاجروں اور مقامی باشندوں کے میل جول اور سندھی، ملتانی اور پنجابی زبان کے اختلاط سے ایک ملی جلی زبان کی بنیاد پڑی۔ محمد تغلق کے دور میں دارالسلطنت دہلی سے دکن گیا اور پھر واپس آیا۔ اس آمدورفت اور میل جول کے نتیجے میں اردو پرورش پاتی رہی اور صوفیوں نے اس کو ترقی دی۔

پیش نظر عنوان پر بابائے اردو مولوی عبدالحق نے جو کتاب لکھی ہے اس کے نام اور اس کی جامعیت اور افادیت سے ہم سب واقف ہیں۔ ان چیزوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان صوفیائے کرام نے خلق خدا تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے مقامی زبان کو اپنایا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ان کا مقصد اردو زبان کی ترویج و اشاعت نہ تھا، بلکہ وہ اپنا مقصد توحید عام کرنا چاہتے تھے۔ مگر اس طرح بالواسطہ طور سے انہوں نے اردو کی ابتدائی نشوونما میں ناقابل فراموش خدمت ادا کی اور وہ زبان جس کے لئے زمین پنجاب کے میدانوں میں ہموار ہوئی تھی اور جس نے دلی میں خاص حالات میں نئی بولی کا روپ

دھارا تھا۔ وہ صوفیوں اور سلطنت دہلی کے لشکروں کی بدولت گجرات، دکن، پنجاب اور دیگر علاقوں میں پہنچی اور بڑی تیزی سے پھیلتی چلی گئی۔ مولوی عبدالحق نے اس کی تائید میں ملک محمد جائسی کا ایک قول بھی نقل کیا ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ فریدالدین شکر گنج کے اس جملے سے اردو بولی کا آغاز ہوا کہ "پونوں کا چاند بالا ہوتا ہے"۔ اس کے علاوہ "جمعات شاہی اور خزائن رحمت" میں حضرت بہاالدین باجن اور حضرت شاہ قطب عالم نے ان کے منظوم اقوال نقل کیے ہیں:

تن دھونے سے دل جو ہوتا پاک — پیش رو اصفیا کے ہوتے غوک
خاک لانے سے گر خدا پائیں — گائے بیلاں بھی واصلاں پائیں

اسی طرح کی دوسری مثال حضرت بو علی قلندر اور حضرت امیر خسرو کے مکالمے کے اس جملے سے ملتی ہے کہ "ترک کچھ سمجھ دار ہے" لہٰذا پتہ چلتا ہے کہ حضرت بو علی قلندر مقامی زبان سے واقف تھے۔ مزید براں حضرت حمید ناگوری اور خصوصاً امیر خسرو کی حالات زندگی اور ان کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام نے کس طرح اردو زبان کی نشوونما کے کام کو فروغ دیا۔ امیر خسرو نے اپنے ہندی کلام کا خود تذکرہ کیا ہے۔ ان کے دوہے، پہیلیوں سے کون واقف نہیں۔ وجہی کے "سب رس" میں بھی ان کے ہندی دوہے ملتے ہیں۔ حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری کے چند دوہے جو سماع کے موقع پر استعمال ہوتے ہیں۔ اسی سلسلے کی تاریخی کڑی ہیں۔ شیخ لطیف الرحمٰن دریا نوشی کا حوالی مقالہ "آئرے آئے بابا ہمیں بنجارے" کہ بابا ہم تو بنجارے ہیں، اس کا سے گو نہ نمایش تو بکار ہیں بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ صوفیائے کرام نے مقامی عوام کو اپنایا اور ان کی بول چال سے نشوونما کا کام آگے بڑھایا۔

"خزائن رحمت" میں شیخ رحمت اللہ کا قول ھوالحق کا جو منظوم ترجمہ "نہ انا جیانا وہ جایا، نہ تاما کی باپ کہلایا" وہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ صوفیائے کرام کے ملفوظات و ارشادات سے اس زبان کی ابتدائی نشوونما میں بڑی مدد ملی۔ اس سلسلے میں حضرت بندہ نواز گیسو دراز کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ "معراج العاشقین" بالعموم ان سے ہی منسوب ہے۔ اسی طرح قطب عالم کا جملہ "لوہا ہے کہ لکڑی ہے کہ پتھر ہے" صاف ہندی کلمات کا پتہ دیتا ہے۔ شیخ محمد جونپوری بھی ہندی اور گجراتی میں مخاطبت فرماتے تھے۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی تصنیف "رشد نامہ" جن کا تخلص "الکھ داس" تھا، اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

اس کے علاوہ اس سلسلے میں حضرت محمد غوث گوالیاری، شیخ وجیہ الدین علوی، شیخ بہاالدین برناوی" وغیرہ کے نام بھی آتے ہیں جن کی خدمات کی

BA Part II
-Hons paper- IV
Book - 4

تفصیل مولوی عبدالحق نے بیان کی ہے۔ اس کے بعد ایک نام شاہ میراں جی کا آتا ہے۔ حضرت گیسو دراز کے بعد وہ پہلے بزرگ ہیں جن کا مستقل طور سے پتا ملتا ہے۔ مولوی عبدالحق نے ان کے منظوم رسالے "شہادة الحقیقت" "خوش نامہ" "خوش نغز" اور ایک نثری تصنیف "شرح مرغوب القلوب" کے طویل اقتباسات سے متعارف کرایا ہے۔ میراں جی کے صاحب زادے برہان الدین جانم کا نام بھی اس طرح قابلِ ذکر ہے۔ "سکھ سہیلا" "وصیت الہادی" "منفعت الایمان" وغیرہ منظومات تصانیف کے علاوہ ان کا ایک رسالہ "کلمۃ الحق" نامی ان کا نثری رسالہ ہے۔ گجرات میں جن صوفیائے کرام نے اس کام کو آگے بڑھایا ان میں حضرت علی محمد جیو گام دھنی کے علاوہ خوب محمد چشتی اور بابا شاہ حسینی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صوفیائے کرام نے اس زبان کی ابتدائی نشوونما میں کار ہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جنہیں بھلایا نہیں جا سکتا۔ یہ صوفیائے کرام کی خدمات کا ہی صدقہ تھا کہ اردو ادب کی نشوونما کے دروازے کھلتے چلے گئے اور یہ اپنی ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا گیا۔ بقول مولوی عبدالحق:

"یہ بزرگ اس زبان کے بڑے شاعر اور ادیب نہ تھے بلکہ ان کا مقصد اس زبان کی ترقی نہ تھی ---- گویا یہ ایک بھولی بسری داستان ہے۔ لیکن اردو زبان کا مورخ ان کے احسان کو کبھی بھول نہیں سکتا۔"

سوال نمبر ۲: امیر خسرو، گیسو دراز بندہ نواز، شمس العشاق شاہ میراں جی، شاہ برہان الدین جانم اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی ادبی خدمات کا ذکر کیجئے؟

جواب: اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام نے اہم، وسیع اور وقیع رول ادا کیا۔

حضرت امیر خسروؒ:

ابتدائی دور کے عظیم ترین شعراء میں امیر خسرو کا نام سرِ فہرست ہے۔ مولوی عبدالحق نے اپنی مشہور تصانیف میں "اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ" میں امیر خسرو کی شاعرانہ خصوصیات کے ساتھ ساتھ ان کے مذہبی خیالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ کس طرح انہوں نے براہِ راست اردو ادب کے ارتقاء میں حصہ لیا۔ امیر خسرو نے موسیقی میں جدتیں دکھائی اور فارسی و ہندی موسیقی کو ملا دیئے اور زیادہ تر ہندی میں نظمیں اور دوہے لکھے۔ ان کی غزل کے چند اشعار مولوی عبدالحق نے اپنی مشہور تصانیف میں "اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ" میں نقل کیا ہے:

ز حال مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
شبان ہجراں دراز چوں زلف روز وصلش چو عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں